ہندی شاعری میں خاندانِ رسالت کی توصیف و تعریف

از جناب زیدی جعفر رضا صاحب ایم اے ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ہندی زبان کی شاعری اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر جس درجہ ممتاز ہے اس کی مثال ہندوستان کی دیگر زبانیں نہیں پیش کر سکتیں، لیکن یہ خصوصیات محض برج بھاشا یا کچھ حد تک اودھی زبان کی شاعری تک ہی محدود ہیں؛ موجودہ کھڑی بولی کی ہندی شاعری ذہنی تراش خراش کا نتیجہ ضرور تسلیم کی جا سکتی ہے، لیکن اس میں عوام کے دل کی دھڑکنیں بہت صاف نہیں سنائی پڑتیں، جبکہ برج بھاشا کی ہندی شاعری دل کی گہرائیوں سے ابھرنے والا وہ معصوم نغمہ ہے جو ذہن کے تاروں کو اپنا ہمنوا اور ہم ساز بنا لیتا ہے، اور وہ گیت ہے جس کے پُرخلوص جذبات خیالوں کی وادی میں ابدی نقوش چھوڑ جاتے ہیں، سور کے پد، رسکھان کے کبت، کبیر کی ساکھیاں اور بہاری اور رسلین کے رومانی دوہے کبھی فراموش نہیں کئے جا سکتے۔

یہ درست ہے کہ ہندی زبان کی ترویج اور ترقی میں مختلف مذاہب اور مختلف علاقہ کے باشندوں کا حصہ ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندی زبان بنیادی طور پر محض ہندوؤں کی زبان تسلیم کی جاتی ہے۔ اور موجودہ دور میں بھی اسے اصلاً صرف ہندوؤں کی زبان ہی تسلیم کیا جاتا ہے، بدھو، جینیوں، ناتھ، پنتھیوں سنتوں اور صوفیوں نے اسے پروان ضرور چڑھایا اور اس کے خط و خال کو سنوارنے کی کوششیں بھی کیں لیکن اس کے باوجود یہ ان کے ساتھ انصاف نہ کر سکی اور اسے محض ہمارے بالغ نظر ہندی ناقدین کی عقلِ سلیم کا نتیجہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

جب بھی کوئی ہندی ادیب کسی مسلمان ہندی شاعر کا تعارف کراتا ہے تو بغیر کچھ سوچے سمجھے لکھ دیتا ہے، کہ انھوں نے مسلمان ہوتے ہوئے ہندی میں بڑی اچھی شاعری کی' وہ کسی ہندو ادیب کا تعارف اس انداز سے نہیں کراتا۔ جب بھی کوئی غیر مسلم ہندی ادیب کسی مسلمان طالب علم کو ہندی میں ایم، اے یا پی' ایچ، ڈی کرتے ہوئے سنتا ہے، تو ایک دم چونک پڑتا ہے اور نہایت شیریں لفظوں میں لیکن دبی ہوئی زبان سے اس طالبِ علم کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ ہندی بھلے ہی ہندوستان کے دیگر مذاہب رکھنے والوں کی زبان ہو کم از کم مسلمانوں کی زبان نہیں تسلیم کی جاتی جبکہ ہندی ادب کی تاریخ کو سب سے زیادہ مسلمانوں کا ہی مرہونِ منت ہونا چاہئے، یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا ہندوستان میں عروج ہندی زبان کا عروج ہے اور مسلمان کا زوال ہندی کا زوال۔ ہندی کے ادیب جب تک تنگ نظری سے کام لیتے رہیں گے' موجودہ ہندی زبان ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ ہندی کی ترقی کے لئے انھیں مسلمانوں کو اور ان کے علوم کو ساتھ ساتھ لے کر آگے بڑھنا ہوگا۔

ہندی شاعری کے ابتدائی زمانے سے آج تک ہندی کا ایک بھی ایسا ہندو شاعر نہیں مل سکتا جو محض ہندی اور سنسکرت جانتا ہو اور اس نے اسلامی عقائد سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہو اور اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ مسلمانوں نے ہندی میں شاعری تو ضرور کی لیکن تاریخِ اسلام کبھی ہندی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش نہیں کی، انھوں نے اسلام کو ہندوستان میں پہلے فارسی اور بعد میں اردو تک محدود رکھا۔ پس اس صورت میں ہندی کے ہندو ادیبوں سے جو فارسی اور اُردو سے ناواقف تھے یہ توقع کرنا کہ وہ اہل بیت اطہار یا صحابہ کرام کی مدح میں قصائد کہیں بے بنیاد ثابت ہوگا۔ یہاں ایک سوال اور پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا ہندی زبان کے ان ادیبوں نے جو فارسی اور اُردو سے واقف تھے، ہندی میں مسلمانوں کے مذہبی عقائد سے متعلق کچھ لکھا ہے یا نہیں؟ جواب میں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح کے چند ہندو ادیب ضرور مل جائیں گے بیشتر فارسی اور اُردو جاننے والے ہندی کے ہندو شعراء بادشاہوں یا سرپرستوں کی توصیف و تعریف میں ہی مصروف رہے، انھوں نے اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ہندو صاحبان اپنے دھارمک گرنتھوں کو ہی حرفِ آخر سمجھتے تھے اور ہندوستانی علوم پر بے حد فخر کرتے تھے،

حضرت امیر خسرو نے مثنوی "نہ سپہر" میں فضائل ہندوستان کے باب میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ "ہندوستان میں دنیا کے ہر حصہ کے لوگ تحصیلِ علم کے لئے آئے لیکن کوئی ہندی ہندوستان سے باہر نہیں گیا۔" — موصوف کی اس تحریر کی روشنی میں اگر ہندی زبان کے ہندو ادیبوں کا جائزہ لیا جائے تو انہیں لفظ بلفظ اس کے مطابق پائیں گے۔ مسلمانوں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ پارجات، جوگ بششٹ، پنچ تنتر، بھگوت گیتا، اوپنشد پران اور رامائن کے ترجمہ عربی اور فارسی زبانوں میں کئے گئے، لیکن عربی یا فارسی کی تصانیف سنسکرت یا ہندی میں منتقل نہیں کی گئیں۔

ہندوستان ایک سیکولر اسٹیٹ ہے، کسی بھی سیکولر ملک کے نظام کے لئے لازم ہے کہ اس ملک کا ادب بھی سیکولر ہو، آج پرائمری اسکول سے لے کر بی، اے اور ایم، اے تک کے نصاب میں جو ہندی کی کتابیں داخل ہیں۔ ان سے دور دور تک سیکولرزم کی بو نہیں آتی۔ نصاب کی ان کتابوں میں رام چندر جی، سری کرشن (بھگوان) شنکر جی، دشنو جی، سری گنیش جی، سیتا۔ رادھا اور پاربتی جی وغیرہ سے متعلق منظومات کی ایک طویل فہرست مل جائے گی، لیکن محمد مصطفےٰ، اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام سے متعلق کچھ بھی نہیں مل سکتا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرح کی چیزیں ہندی میں نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو کیا ان کا معیار اس لائق نہیں ہے کہ وہ بی، اے اور ایم، اے کے نصاب میں داخل کی جاسکیں؟ ظاہر ہے کہ ہر وہ محقق جس نے ہندی زبان کے قلمی نسخوں کی اوراق گردانی کی ہے کبھی نفی میں جواب نہیں دے سکتا، اسے بہرحال یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہندی میں اس طرح کی چیزیں ہیں اور کافی ہیں، لیکن ہم نے ہی مصلحتاً انہیں نظر انداز کر دیا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں محض ۱۸ دیں صدی عیسوی تک کے صرف برج بھاشا کے ہندی شعراء کے کلام سے کچھ اس طرح کے نمونے پیش کئے جارہے ہیں جو خاندانِ رسالت کی توصیف و تعریف میں لکھے گئے ہیں۔

ہندی تذکروں میں ہمایوں بادشاہ کے ایک درباری ہندی شاعر چھیم (छेम) کا ذکر آتا ہے۔ چھیم نے حضرت علیؓ کی شان میں چھپّے اور کبت وغیرہ نظم کئے ہیں۔ ناظرین کی خدمت میں چھیم کا ایک چھپّے پیش کیا جاتا ہے، شاعر سے متعلق مزید تفصیلات نہیں ملتیں محض اتنا پتہ چلتا ہے کہ اس کا تعلق ہندو مذہب سے تھا۔ چھپّے اس طرح ہے:-

دھرنِ تھرنِ تھرتھراتِ ڈرنِ دھ ترن پلِہ تھو
دھوم دھام دھرو لوک سوک سرہت اتِ پتھو
ھِم گرِ سمیر کیلاس ڈگ تب ھرِ ھرِ سنکر دھنسیو
چھیم کوپ حجرت علی جب جلپھکار کرہ کسیو

خلاصہ: "شاعر چھیم کہتا ہے کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غیظ میں آکر ذوالفقار کمر سے آراستہ کی دنیا پر ایک زلزلہ کی سی کیفیت طاری ہو گئی، دیوتاؤں کے راجہ اندر بے حد پریشان نظر آئے، آسمانوں پر فرشتوں میں ایک دھوم سی مچ گئی، ہمالیہ، سُمیر اور کیلاش پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گئے، شنکر جی، حضرت علیؓ کی اس شجاعانہ شان کو دیکھ خوشی سے پھول اٹھے۔"

رسکھان متفقہ طور پر ہندی کے ایک بلند پایہ شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں اور انہیں خالص کرشن بھگت شاعر بتایا جاتا ہے، ہندی کے ادیبوں نے رسکھان کی طبیعت کا کرشن جی کی طرف جب اس قدر جھکاؤ دیکھا تو انہیں ویشنو مسلک کی اشاعت کے لئے ایک وسیع زمین مل گئی، چنانچہ رسکھان کو لے کر عجیب وغریب قصے گڑھے گئے اور ہندی کے محققین نے ان قصوں کو بڑے فخر کے ساتھ اپنی تصانیف میں نقل کیا، منجملہ کئی قصوں کے ایک یہ ہے کہ رسکھان دہلی سے حج کرنے کے خیال سے روانہ ہوئے، راستہ میں انہیں برج کی سرزمین نے کچھ اس قدر متاثر کیا کہ حج کا ارادہ ترک کرنا پڑا اور مستقل طور پر برج کی ہی سکونت اختیار کرلی، تعجب ہے کہ حج کرنے کے لئے رسکھان دہلی سے روانہ ہوئے، اور راستہ میں برج کی سرزمین نے انہیں متاثر کیا، کاش اس بے بنیاد قصہ کے خالق نے ہندوستان کا کچھ جغرافیائی مطالعہ کیا ہوتا۔

حیدرآباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ میں مجھے رسکھان کے کچھ ایسے کبت ملے ہیں جن میں شاعر نے پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی توصیف کی ہے، یہاں پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ یہ کبت کسی اور رسکھان کے ہوں گے، لیکن یہ اعتراض اس لئے رد ہو جاتا ہے کہ ان کبتوں کے ہمراہ رسکھان کے وہ مشہور ومعروف کبت بھی درج ہیں جو شاعر نے کرشن کی تعریف میں نظم کئے ہیں اور پھر ان کی زبان بھی رسکھان سے مختلف نہیں، شاعر کے دو کبت یہاں ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں:-

سِندُھ سمان جَھان کے بیچ مَیں سیپ پِدِ پتھ کے راج کھلی ھے
سائیں سواتی کو بوُند پڑو رس کی رسکھان کی بھانت بھلی ھے
نوُر کا نیر پڑو تھاں جانئے جَھاں عبد اللہ جی کی گلی ھے
پارو بچارو بھارو سبھے مِل موتی محمدؐ انت علیؓ ھے

(دواوین ۱۳۱۴ قلمی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

خلاصہ:۔ مشہور ہے کہ سواتی نچھتر میں ہونے والی بارش کا پانی آغوشِ صدف میں پہونچ کر موتی بن جاتا ہے، رسکھان اسی شاعرانہ تخیل سے متاثر ہوکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی بارش کا پانی حضرتِ عبد اللہ کے ہاں اسی طرح آکر دُرِ بے بہا بن گیا جس طرح سواتی نچھتر میں قطرۂ آب آغوشِ صدف میں پہونچ کر ایک انمول موتی کی صورت اختیار کرلیتا ہے، شاعر کہتا ہے کہ سب نے مل کر اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا اور پرکھ لیا کہ محمد مصطفےٰؐ اور حضرتِ علی مرتضیٰؓ اللہ تعالیٰ کے نور کی بارش کے نتیجہ میں دیارِ عبد اللہ کی آغوش کے نادر اور مقدس موتی ہیں۔

کرتار تُمھیں اَیتو جور دیو نہ کیو کوئی اور سمان بلی
چھل کے جن پھیر و نہ مار کو جات سو باندھ لیو ابلیس چھلی
چُھوٹ گیو عفریت تہاں یہ بات نہ جانت بھانت بھلی
دُکھ سنکٹ گاڑھ پرے جِبھ کو نہ کو رسکھان سُبھائے علیؓ

(دواوین ۱۳۱۴ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

خلاصہ:۔ شاعر حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت کا بیان کرتے ہوئے نواسنج ہے کہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو خداوند تعالیٰ نے ایسی طاقت عطا کی جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتی، حضرتِ علی مرتضیٰ نے ابلیس کو اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ وہ سر بھی نہیں ابھار سکتا تھا۔ جب بھی انسان پر سخت مصیبت کا وقت آتا ہے اے رسکھان حضرتِ علیؓ اس کی مدد کرتے ہیں کیوں کہ آپ کی ذات مشکل کشا ہے۔

رسکھان کے ہی ایک ہم عصر شاعر مبارک بلگرامی کا ذکر ہندی کے اکثر تذکروں میں ملتا ہے اور یہ کرشن بھگت

شاعر کی حیثیت سے ہندی داں طبقہ میں کافی مقبول بھی ہیں۔ مبارک بلگرامی ہندی، سنسکرت، عربی اور فارسی چاروں ہی زبانوں کے فاضل تھے، کرشن جی سے متعلق ان کے کبت تو ملتے ہی ہیں اور ان کے اس طرح کے کئی کبت ہندی کے ادیبوں نے اپنی تصانیف میں نقل بھی کئے ہیں لیکن اس بات کا غالباً کسی نے اعتراف نہیں کیا ہے کہ مبارک نے محمد مصطفےٰ ؐ، اہلبیت اطہار اور ائمۂ اثنا عشریہ کی شان میں بھی کبت نظم کئے ہیں، میری نگاہ سے مبارک بلگرامی کے اس طرح کے بہت سے کبت گذرے ہیں جن میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

پیغمبر خدا ؐ کی شان میں مبارک بلگرامی کا ایک کبت ملاحظہ کیجئے:۔

لَولَاکَ لَمَا بِدَھنا جو رَچیو تبْ نُورنبی ؐ کا ھتو جو پھلم
دِن چار آجا ھُو کے گوال بھئے پھر پاچھے بھئے ھیں کھدیجا کے بلم
بَلِ جائے مُبارک صورت کی سَسِ ٹُوک کیو تم ھی ایک پلم
مسوک نبی رَبْ اللہ کے بھئے صلی اللہ علیہ وسلم

(کشکول ہندی قلمی شمارہ نمبر ۲۰۸۴ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

خلاصہ:۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمد عربی ؐ خلق کیا اور اس کے بعد تمام افلاک بنائے۔ نبی اسلام ؐ نے اپنی ابتدائی زندگی اپنے چچا کے زیر سایہ بکریاں چراکر گذاری اور اس کے بعد حضرت خدیجہ ؓ کے شوہر ہوئے، اے مبارک میں اپنے اس پیارے نبی کی صورت پر قربان ہو جاؤں، جس نے ایک پل میں انگلیوں کے ایک ہلکے اشارہ سے قمر کے دو ٹکڑے کردیئے، اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ ؐ کو اپنا محبوب قرار دیا ہم اس نبی ؐ پر درود و صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

اور اب اہلبیت اطہار کی منقبت میں شاعر کا ایک کبت دیکھئے:۔

پنجتن پاک ھیں کو نام لیت بھلے تو رسول اللہ ؐ کے عالم کے مُول کو
دُلدُل اسوار علی ؑ نر سوار کو اُو نھیں سوار وا کے سنگ تُول کو
حسن ؑ حسین ؑ نبی ؐ کے نواسے دامن گہہ پکرو بیگ ھیں بتول کو
اور کو بھروسا آپنے گُور کو موھے تو بھروسا دامن پاک رسول ؐ کو

(کشکول ہندی قلمی شمارہ نمبر ۲۰۸۴ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

خلاصہ:۔ پنجتن پاک علیہم السلام میں سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہوں اور اس کے بعد اس کے رسولؐ کی جس کی وجہ سے یہ تمام افلاک خلق ہوئے ہیں یاد کرتا ہوں، حضرت علیؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ دُلدُل پر سواری کرتے تھے، لیکن یہ شرف محض امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو ہے کہ ان کے لئے اشرف آدم سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ بنے۔ میں خاتونِ جنت جناب سیدہؓ کا دامن پکڑتا ہوں۔ دوسروں کو تو اپنے غرور کا بھروسہ ہے لیکن مجھے محمد عربیؐ کے دامنِ پاک کے علاوہ اور کوئی بھروسہ نہیں۔

ذیل میں مبارک بلگرامی کا ایک اور کبت درج کیا جاتا ہے جس میں شاعر نے ائمۂ اثناء عشریہ سے متعلق اپنے عقائد نظم کئے ہیں:۔

نامِ نیک نامی اِلٰہِ العالمین گواہ علیؓ ولی جاں وصی مصطفےٰؐ مہام کے
شاھجادہ امام حسنؓ حسینؓ زین العابدینؓ امام باکرؓ جعبھرؓ سانچے کلام کے
اعظم عظمت موسیٰ کاجمؓ علی رجاؓ تکیؓ نکیؓ عسکریؓ جی کے نام کے
مھدیؑ مبارک ھم بنور پانو لاگے دامن دوادس امام کے

(کشکول ہندی شمارہ نمبر ۲۰۸۴ کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن)

مطلب واضح ہے شرح کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی۔

تان سین[1] ایک بے مثال موسیقار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ایک قابلِ قدر شاعر بھی تھے، موصوف کو اہلبیت اطہار اور ائمۂ اثنا عشریہ سے بڑی عقیدت تھی اور انھوں نے ان کی شان میں کئی کبت نظم کئے ہیں، ذیل میں موصوف کا ایک کبت درج کیا جاتا ہے جس میں وہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے توسط سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منت اور گذارش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی سُنِ سُبھِ بھلی مو پہ جو دکھ جائے سب تن تے بھاج
ھو سیوک تہارو تم ذات پاک کر یہو کرم کیجے راکھ لیجے یہ جگت میں میری لاج
بیچوں بیچ گن وے سمے وے عن پاک جگت ریاج نیاج
تان سین رب رحمان کریم رحیم بنتی سُنے آواج

[1] شاعر سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے ڈاکٹر سعد پرسال اگروال کی تصنیف "اکبری دربار کے ہندی کوی" ملاحظہ کیجیے۔

خلاصہ:- حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی نگاہِ کرم کے طفیل میں میری تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں یا اللہ تعالیٰ میں ان کا خادم ہوں اور ان کا خادم آپ کا خادم ہے، آپ کی ذات پاک کریم ہے۔ آپ مجھ پر کرم کیجئے اور اس دنیا میں میری عزت رکھ لیجئے...... تان سین کہتے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ آپ کے مختلف نام ہیں آپ رب ہیں رحیم ہیں رحمان ہیں اور کریم ہیں آپ میری عرض داشت سُنئے۔

شاہ سید برکت اللہ پیمی[1] ہندی کے ایک مشہور شاعر گذرے ہیں، موصوف کی تصنیف پیم پرکاش شائع بھی ہو چکی ہے۔ ہندوستان کے اولیاء کرام کی تاریخ میں آپ کا نام ستارۂ روشن کی طرح جلوہ افروز ہے پیمی جی کے کلام سے ایک دوہا جو کہ موصوف نے پیغمبر اسلامؐ کی شان میں نظم کیا ہے، ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

بے حَدْ کِی حَدْ مِیم سوں بھئی پیم مَدْ ہوئے
بلا مِیم احمدؐ کھے اَوکا کی حد ہوئے

احد اور احمدؐ لفظوں کے درمیان صرف حرفِ میم کا فرق ہے، اگر احمدؐ لفظ سے میم نکال دیا جائے تو احد بن جائے گا، شاعر نے اسی خیال کو مذکورہ بالا دوہے میں نظم کیا ہے۔ ہندی میں احد کے معنی جس کی کوئی حد نہ ہو یعنی سیمارہت ہیں، پس دوہے کا مطلب واضح ہے۔ مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔

پیمی جی کے کلام سے ہی چھپّے اور کبت چھندمیں لکھے ہوئے دو خوبصورت نعتیہ قطعات درج کئے جاتے ہیں:-

(چھپّے)

سِندھُ سَلِلْ بِمَلْ سُومہ اُروت اَننت وَ ت
تَارَایَنْ گھن گگن مگَن پرکاس ترِت گت
ناگ لوك سُرلوك لوك مدّھم گرہ چودس
پانچومَن تنتھ جگت سادھ راکھے مَنش کس
جس کہت جو کَبِ جگ پرگٹ کئے اور سب انترچھ
نہ ہنو جو محمدؐ نام ایك نہ کرت کرتار کچھ

---

[1] شاعر سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ کیجئے:-
CONTRIBUTION OF BARKATULLAH TO HIUDI BY DR. L.D. SHASTRI-

خلاصہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے دریا بنائے وہ آسمان سے پانی برساتا ہے روزانہ چاند اور سورج طلوع ہوتے ہیں اور غروب ہوتے ہیں، آسمان پر ستاروں کی انجمن سجی ہوئی ہے۔ اور بادل خوشی سے ادھر ادھر منڈلا رہے ہیں تمام فضا اور ماحول روشن ہے۔ بجلی چمک کر اپنی تصویر کا ایک خاکہ ذہنوں میں محفوظ کر دیتی ہے۔ یہ چودہ طبق اور پاتال لوک اور سرلوک اور اس دنیا میں یہ انسان کا وجود مختصر یہ کہ یہ قدرت کا سارا نظام یہ سب کچھ بھی نہ ہوتا اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف نہ لاتے۔

(کبت)

اُستتِ نہ کہی جات مَتِ ہُو نہ ٹھہرات نایب منت آئے اپھیں کنول ال
مکاں مانجھ احمدؐ احد کا مکاں دیکھو ایکے کے بسیکھو جنِ جانورے جگل پل
تیرو پرتاپ سب سنت دشٹ دیکھیت باس بھیو تورروپ جگ جیوں بھُپ دل
بیا کل میں کل کلکل دیت پیمی کہا تو رسولؐ کی کلمہ اچل کل

خلاصہ:۔ پیغمبرِ اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرنا چاہتا ہوں لیکن کرنے سے قاصر ہوں، وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب کی شکل میں آئے۔ اللہ تعالیٰ لامکاں ہے لیکن اس کا نائبؐ لامکاں نہیں، محمدؐ کو ہی دیکھتے رہیے اور ان کے اوصاف بیان کرتے رہیے، اللہ تعالیٰ تک رسائی ہو جائے گی۔ پیغمبرِ اسلامؐ کی ذاتِ مبارکہ کا رعب دبدبہ ہر طرف قابلِ دید ہے اور ان کے اوصاف کی خوشبو دنیا میں ہر چہار جانب پھیلی ہوئی ہے، آپؐ کا کلمہ پڑھنے سے دل کو سکون ملتا ہے ندی کی کلکل کی آواز ایک غمگین انسان کو بھی خوش کر دیتی ہے۔ نبیِ اسلامؐ کا کلمہ پڑھنے سے ابدی سکون ملتا ہے۔

میر غلام نبی رسلینؔ بلگرامی[1] کا شمار ہندی کی عشقیہ شاعری کے اساتذہ شعراء میں ہوتا ہے۔ موصوف کی انگ درپن (अंग - दर्पन) اور رس پربودھ (रस - प्रबोध) تصانیف معیاری ادب کا

---

[1] شاعر سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے میر غلام علی آزاد کی تصنیف سرو آزاد ملاحظہ کیجیے۔

اعلیٰ ترین نمونہ ہیں، ان کے علاوہ رسلین نے متفرق کبت بھی نظم کیے ہیں جو ابھی غیر مطبوعہ ہیں اور جنھیں راقم الحرف عنقریب ہی شائع کرانے والا ہے، رسلین کے یہ کبت ایک کتابی شکل میں ملتے ہیں، جس کے تین قلمی نسخے نستعلیق خط میں لکھے ہوئے میری نگاہوں سے گذرے ہیں۔ تعجب ہے کہ جس شاعر کی دو تصانیف اس قدر مقبول ہوں اس کی تیسری تصنیف اب تک گمنامی کی چادر اوڑھ کر کتب خانوں کی شلف میں سو رہی ہے، اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ اس کتاب میں شاعر کے بیشتر کبت اہلِ بیتِ اطہار ائمۂ اثنا عشریہ اور اولیاءِ کرام کی شان میں ہیں، رسلین حنفی المذہب مسلمان تھے لیکن اہلبیتِ اطہار اور ائمۂ اثنا عشریہ سے والہانہ محبت رکھتے تھے، پیغمبرِ اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں رسلین بلگرامی کے دو کبت ملاحظہ کیجیے:-

نور الٰہ تیں اوّل نور محمدؐ کو پرکٹو سبھ آئی

پاچھیں بھئے تہوں لوک جہاں لگ او سب سرشٹ جو درشٹ دکھائی

ادلیل کو انت کی کے رسلین جو بات بھئی پن پائی

تو لوں نہ پاوے الٰہ کو کیھوں جو لوں محمدؐ میں نہ سمائی

خلاصہ:- شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے سب سے پہلے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور خلق ہوا اور اس کے بعد تمام یہ دنیا خلق ہوئی۔ خدائے برحق کے وجود کی جو سب سے پہلی دلیل تھی یعنی ذاتِ پیغمبرِ اسلامؐ اسے اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں پیش کیا اور دنیا سے یہ تسلیم کرالیا کہ نہیں کوئی اللہ بجز اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، پس اللہ تعالیٰ تک اس وقت تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ ذاتِ نبیِ اسلامؐ کو نہ پہچان لے۔

شاعر نے اسی سے ملتا جلتا خیال ذیل کے دوہے میں بھی نظم کیا ہے لیکن ندرت کے ساتھ:-

نبیؐ ھتے جگ مُول پُن پیچھے پرکٹے سوئی

جیوں ترا اُپجت بیج تیں انت بیج پھر ہوئے

دوہے کا مطلب بالکل واضح ہے تشریح کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی، نبیٔ اسلامؐ کی شان میں شاعر کا دوسرا کبت ملاحظہ کیجیے:-

جِیُبھ چکھے تو ءِ نام کو امرت اورن نام کو پاوت پھیکو
کھا تی مِٹھی کھ کیوں مکھ بھاوت جا کو گیوں بن کھات ھیں گھی کو
چاھیو نہ اج لکا ھو سوں کاج کوں اوت لاج یہے نت جی کو
توں بنتی کر ی اورن پاس کھائے کے آپ گلام نبیؐ کو

خلاصہ:۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپؐ کے نام کا امرت چکھ لینے کے بعد کسی اور کا نام زبان کو اچھا ہی نہیں لگتا، آپؐ سے محبت کرنے کے بعد کسی اور کی طرف مائل ہونا ویسا ہی ہے جیسے مرغن غذا کھانے والا کھٹے دہی کی طرف مائل ہو۔ مجھے آپؐ سے بے حد محبت ہے، آپؐ کے علاوہ اور کسی سے میرا تعلق نہیں، میں ہر وقت یہ سوچتا ہوں کہ نبی کا غلام ہو کر میں کسی اور کے پاس کچھ گذارش کرنے کس طرح جا سکتا ہوں، مجھے غیروں کے پاس جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (شاعر نے اس کبت میں 'غلام نبی' لکھ کر ایک طرف خود کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام بتایا ہے اور دوسری طرف اپنے نام سے متعارف کرایا ہے)

رسلین بلگرامی نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں بھی کئی کبت نظم کئے ہیں، دو ایک نمونے ملاحظہ کیجئے:۔

پِدا ھُ مَنا کیو کھانو آدم کوں سوئی دانوں حیدرؓ نہ مُکھ انو سب لوک گایو ھے
موسیٰؑ کوں نہ داکھیو چھن جان کے اجان جن سوں کھجے آپ تن حیدرؓ سکھایو ھے
عیسیٰؑ جنمایو نج بھون تیں نکار کر تن پر بھو حیدرؓ آپ گھر کے جنا یو ھے
ایسو سا لا عالی جا لا با لا بلی دین پنا لا شیر الہ علیؓ نا لا پھاطمہؓ نے پا یو ھے

خلاصہ:۔ ساری دنیا پر یہ واضح ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو جس دانے کے کھانے کی ممانعت کی تھی حضرتِ علیؓ نے اسے کبھی اپنی زبان پر بھی نہیں رکھا۔ مشہور ہے کہ خضر علیہ السلام نے حضرتِ موسیٰؑ کو ان کی گذارش پر بھی تعلیم دینے سے انکار کر دیا لیکن حضرتِ علیؓ کو از خود اپنے تمام علوم سے آشنا کرایا اور خداوند تعالیٰ نے مادرِ عیسیٰؑ کو خانۂ کعبہ میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ ان کی ولادت درختِ خرما کے سایہ میں ہوئی لیکن حضرتِ علیؓ کی ولادت عین بیت اللہ میں ہوئی۔

خدا تعالیٰ نے مادرِ علیؓ کے لئے دیوارِ کعبہ شق کردی اور مولود کا اپنے گھر میں استقبال کیا۔ ایسے شہنشاہِ عالی مرتبت، شجاع وبہادر محافظِ دین اور خدا کے شیر کے ساتھ پیغمبرِ اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی بیٹی فاطمہؓ کا عقد ہوا۔

بھُوپ آس پَاھَك ھُوجگ کے نِباھَك ھُوجاچك کے تھاھك ھُوجس کے ندھان جُو
بھُوسِندُھ تھاھك ھو پاپن کے داھك ھو بگھن بگاھَك ھُوصاحب سجان جُو
دینن کے گاھك ھُوسیوك کے چاھك ھُودیا کے بلاھك ھر برسئ دان جُو
دھَرَم اُوگاھك ھو نبیؐ کے صلاحك ھو پھاطمہؓ کے بیاھك ھوساہ مردان جُو

خلاصہ :- یا حضرت علی رضی اللہ عنہ! آپ مثل شہنشاہ کے ہیں۔ یہ دنیا محض آپ کی وجہ سے قائم ہے۔ آپ سائل کے دل کی گہرائیوں میں اتر کر اس کے درد کو سمجھ لیتے ہیں، دنیاوی سمندر کی گہرائیوں اور گیرائیوں سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ گنہگاروں کے لئے آپ ہمیشہ سخت رہے ہیں آپ تمام بلاؤں کو دور کرنے والے ہیں اور نیکی اور اخلاص کا پیکر ہیں۔ آپ نے غریبوں اور محتاجوں کو ہمیشہ عزیز رکھا، اپنے بندوں سے آپ کو بے پناہ محبت ہے، آپ سراپا جود وسخا کا مرقع ہیں نبیِ اسلامؐ کے دین کو آپ نے فروغ دیا۔ آپ محمد مصطفیٰؐ کے مشیر ہیں، اے شاہِ مرداں آپ جنابِ فاطمہؓ کے شوہر ہیں۔

اہلِ بیت اطہار کی توصیف وتعریف میں بھی رسلین بلگرامی کے کچھ کبت ملتے ہیں۔ ناظرین کی خدمت میں ایک کبت پیش کیا جاتا ہے :-

پَرتھَم گنُ رسولؐ کرتا کے مکبول جگت کے مُول سب جانت لولاك تیں
دوجے گنُ علیؓ ساہ سیراللہ نرنالہ دین کے بھئے پنالہ جاہ بالہ ڈھاك تیں
تیجے ھیں بتولؓ چوتھے حسن امامؓ گنُ پانچویں حسینؓ بُن ھُوجے جنُ ناك تیں
بانچ دیکھیو پران جانچ لاگِ ھے نہ تِنھیں انچ راچے ھیں جولیں سانچ پانچ تن پاك تیں

خلاصہ :- اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

شمار کیجئے جو خداوند تعالیٰ کو سب سے زیادہ عزیز ہیں اور جن کی وجہ سے تمام افلاک خلق کئے گئے۔
اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار کیجئے جو خدا کے شیر تھے اور جن کا لقب حیدر تھا اور جو دین کے سچے محافظ تھے بعدہٗ جناب فاطمہ کا شمار کیجئے اور اس کے بعد حضرت امام حسنؓ اور حضرتِ امام حسینؓ کا شمار کیجئے جو ان کے نام کا ورد کریں گے وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں ہستیوں کو صدیق اور طیب و طاہر بنایا ہے۔

ائمۂ اثناعشریہ کی مدح سادات بلگرام نے جی کھول کر کی ہے۔ میر غلام نبی رسلین بلگرامی بھی باوجود حنفی المذہب ہونے کے دوازدہ ائمہ اور چہاردہ معصومین کی تعریف و توصیف میں نواسنج نظر آتے ہیں۔ چہاردہ معصومین کی شان میں شاعر کا ایک کبت ملاحظہ کیجئے:-

ادِ نبیؐ علیؓ ھان جنّت کی خاتونؓ ان حسنؓ حسینؓ جان مانیے چے جلوم کے
زین عابدینؓ پُن باقرؓ جعفرؓ سن کاظمؓ ھیں من بھیدی سکل علوم کے
علی رضا تقی پھن نقی عسکری گنُ صاحب زمن ھیں ھَرن پاپ بھُوم کے
یوں ھی جن دھیان کینھوں پایھونہ بھید ٹوم دھائے پگ چوم ان چودہ معصوم کے

خلاصہ:- سب سے پہلے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تصور کیجئے، اور خاتونِ جنت فاطمہ زہراؓ کو یاد کیجئے اور حضرتِ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو سمجھئے جو ظلم کے ہاتھوں شہید کئے گئے، اس کے بعد حضرتِ امام زین العابدین، حضرتِ امام باقرؓ اور حضرتِ امام جعفر صادق کا نام غور سے سنیئے۔ حضرت امام کاظمؓ دل کے تمام رازوں کو جاننے والے ہیں، ان چہاردہ معصومین کی محبت کے بغیر آپ یوں ہی بھٹکتے رہیں گے، لہٰذا ان کے قدموں سے دوڑ کر لپٹ جائیے یہی راہِ نجات کا ذریعہ ہیں۔

رس (انبساط) اور نایکا بھید (اقسامِ نسواں) سے متعلق میر غلام نبی رسلین بلگرامی کی تصنیف رس پربودھ (रस प्रबोध) ایک مستند اور معیاری کتاب تسلیم کی جاتی ہے، اس کتاب کی ابتداء میں شاعر نے پیغمبرِ اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی توصیف و تعریف میں چند دوہے نظم کئے ہیں۔

امید ہے کہ ناظرین ان کی روشنی میں شاعر کی ادبی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ کر سکیں گے :۔

آتِ پبترُ رسنا ن کروُں میگھن جل تیں دھوئے

تبھُو نبیؐ گن گتھن کے جوگ نہ کبھوں ہوئے

خلاصہ :۔ اگر میں زبان کو ابرِ باراں سے اچھی طرح دھو کر طیب و طاہر کر لوں اور اس کے بعد پیغمبرِ اسلامؐ کے اوصاف بیان کرنا چاہوں تو بھی وہ اس لائق نہیں ہوگی کہ نبی اسلامؐ کی صفات بیان کر سکے۔

بلگرام کے ہی ایک شاعر سید بلگرامی[1] نے اس دوہے کا ترجمہ فارسی میں اس طرح کیا ہے :۔

زبانِ بندہ از ذرہ کمتر ـــــ نباشد لایقِ مدحِ پیمبرؐ

سزاوارِ ثنایش کے بود آں ـــــ اگر صد بار شوید زاب باراں

دوسرا دوہا ملاحظہ کیجیے ؎

جِن کے پاون تیں بھئی پاون بھوم بنائی

تِنکو سمِرن جو کرے تو پاون ہوی جائی

خلاصہ :۔ پیغمبرِ اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں آتے ہی دنیا سے نجاستِ جہل ختم ہو گئی اور فرشِ زمین پاکیزہ و طاہر ہو گیا۔ پیغمبرِ اسلامؐ کے نامِ پاک کا جو شخص بھی ورد کرے گا اس سے نجاست دور ہو جائے گی اور وہ طیب و طاہر ہو جائے گا۔

---

[1] سید بلگرامی، میر غلام نبی رسلین بلگرامی کی بہن کے پوتے تھے، آپ نے رسلین بلگرامی کی مشہور تصنیف رس پربودھ کے ۱۰۱۶ دوہوں کا فارسی زبان میں منظوم ترجمہ کیا اور اس کتاب کا نام اسی مناسبت سے عین الحلاوت رکھا۔ رس پربودھ بہاری ست سئی کے بعد ہندی کی دوسری تصنیف ہے۔ جس کا لفظ بلفظ منظوم ترجمہ فارسی جیسی اہم ترین زبان میں ہوا۔ عین الحلاوت کا ایک نادر قلمی نسخہ خود مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے، اس کا کوئی دوسرا نسخہ سارے ہندوستان میں دیکھنے یا سُننے میں نہیں آیا۔ مذکورہ نسخہ راقم الحروف کو جناب سید ہادی حسین صاحب بلگرامی ڈائریکٹر اسٹیٹ آرکائیوز آندھرا پردیش سے حاصل ہوا جس کے لئے میں موصوف کا ہمیشہ ممنون رہوں گا۔

دوہے کا فارسی ترجمہ بھی دیکھئے :-

زبانی طاہر ہر کس کہ اطہر | بجز دیدہ سراپا فرشِ انبر
کند گر نام پاکش ورد ہر کس | شود او پاک چوں مرد خدا رس

تیسرا دوہا اس طرح ہے :-

جاکو کہو سُر لوک جگ چلیو نرک پنتھ چھور
ایسی باندھ نبیؐ دئی سَتّ دھوم کی ڈور

خلاصہ :- محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلامِ پاک اور اہل بیت اطہار کی محبت کے وسیلہ سے ہمارے لئے جنت کے دروازہ کھول دیئے ہیں، ہمارے نبیؐ نے ہمیں راہِ حق دکھا دی ہے، دنیا اس راستہ کے سہارے دوزخ سے منھ موڑ کر جنت میں پہونچ سکتی ہے۔

رسلین بلگرامی کا ایک دوہا اور بھی ملاحظہ کیجیئے جس میں شاعر نے اپنے حنفی المذہب ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے وہ حضورؐ کی آلِ پاک سے والہانہ محبت رکھتا ہے اور اس بات کا خواہش مند نظر آتا ہے کہ زندگی بھر وہ ان کے قدموں پر سر جھکائے رہے، وہ غلامِ آلِ رسولؐ ہونا اپنی مغفرت کے لئے ضروری سمجھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ حضور کے صحابہؓ کے لئے دعائیں بھی کرتا ہے :-

تِن سُنتَت کے پگَن میں دھروں سدا اِسر نائے
پُن تِن کے ھِتکارِ یَن دینھ اسیس بنائے

دوہے کا فارسی ترجمہ یوں ہے :-

بپائے آلِ اطہارش نہم سر | فرو آوردہ دایم اے برادر
بر اصحابش دعا گویم زاں پس | بوقتِ صبح وہم در شام از بس

رس پر بودھ میں شاعر جس وقت بیر رس کی مثال کرنا چاہتا ہے، اس کی نگاہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جاتی ہے، اس کا خیال ہے کہ دنیا میں جو چار بہادر مختلف زمانوں میں پیدا ہوئے اور جن کے نام جودھشٹر درونا چاریہ، رام اور شنکر ہیں، حضرتِ علیؓ کی شجاعت ان سب سے بالاتر ہے، یہ چاروں اشخاص بہادر

ضرور تھے اور مختلف صفات کے مالک بھی تھے لیکن جو صفت ایک میں تھی وہ دوسرے میں نہیں تھی، حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کی ذاتِ مبارکہ میں ان حضرات کی تمام صفات سمٹ آئی تھیں، شاعر کے ۲ دو دوہے ملاحظہ کیجئے:-

بیر چار پرکٹ بھئے ست دیا دان دان
دھرم نیت شورام بل اتیادک تیں جان

پرکٹے چارو بیر جو چار برکھ کوں پائی
سو چارو پورن بھئے حیدرؓ تن میں آئی

اب ان دوہوں کے ترجے بھی دیکھئے جو سید بلگرامی نبیرہ خواہر رسلین نے کئے ہیں:-

شدہ پیدا بعالم بیر ایں چار دیا و دان ورن ست اے نکوکار
جودشٹر، درو، رام و شیو بل ہاں بہر یک در یکی ایں چار میداں

چو کردیدند بیرا ایں چار ظاہر میانِ چار کس اے یارِ شاطر
ہماں ہر چار اندر ذاتِ حیدرؓ بکر دیدند کامل اے برادر

حق و باطل کی جنگ میں فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے، اس بات کو شاعر نے ذیل کے دوہے میں بہت خوبصورتی سے نظم کیا ہے:-

حیدرؓ تیں جیتو نہ کوا اُو یہ جانت سب کوئی
دھرمہ تیں جے ہوت ھے پاپہ تیں چھے ھوئی

دوہے کا ترجمہ یوں ہے:-

زحیدرؓ کس نہ شد اے جاں فتح یاب ہمہ دانند ایں معنی تو دریاب
بود از راست گوئی فتح یارا شود نابود کے از کذب پیدا

مشہور ہے کہ حضرتِ سلمان کو حضرتِ علی مرتضیٰ رضؓ نے شیر کے پنجہ سے رہا کیا تھا، اسی روایت کو شاعر نے ایک دوہے میں اس طرح نظم کیا ہے:-

گھیر لئے سلمان جب گرج سنگھ تیں آئے
ساھنساہ اُماہ سوں لینھوں تنھیں بچائے

فارسی ترجمہ :-

چو سلماں را میان دشت ارزن گرفتہ شیر غراں آدل من
شہنشہ الزماں از خورّمی ھا رہا کردہ زدستِ شیر اورا

جس خیبر کے دروازہ کو پیغمبر اسلامؐ کی فوج کے شجاع وبہادر دیکھ کر ہمت ہار کر واپس آجاتے تھے، حضرتِ علی مرتضیٰؓ نے ایک پل میں مسکراتے ہوئے اسے توڑ کر پھینک دیا، اس خیال کو شاعر نے یوں نظم کیا ہے:-

جنھ کھیبر تیں جائیکے سب اُٹے مُکھ موڑ
حیدرؓ تیں نن دوار کو بِھنسَت ڈارو توڑ

فارسی ترجمہ:-

ازاں خیبر کہ رفتہ آمدہ باز کشیدہ ہم کناں رو یا رو دمساز
شکستہ باب آں را شاہِ مرداں بخنداں خند در دم اے سُخنداں

رسکین کا ایک اور دوھا ملاحظہ کیجیے جس میں شاعر حضرتِ علی مرتضیٰؓ کی بخشش کا شمار کرنے سے قاصر نظر آتا ہے:-

حیدرؓ کے اَنِ دان کوں کو کر سکے سُمار
جو برھت چت چاؤ میں بکے بھتّی بار

فارسی ترجمہ:- شمارِ بخششِ شیرِ خدارا چناں آرد کسے در ضبط یارا
بپاسِ خاطرِ اغیار اے یار بگردیدند ہیچ ہفتاد و دو بار

طوالت کے خوف سے مضمون یہیں ختم کرتا ہوں۔ ناظرین اس سے بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ ہندی شاعری میں ہر طرح کی چیزیں موجود ہیں۔!!